مجمع الصفات شخصیت

از ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

مجمع الصفات شخصیت

(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

از

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

المختار پبلی کیشنز

(کراچی، پاکستان......۱۴۴۶ھ/ ۲۰۲۴ء)

نام .... مجمع الصفات شخصیت

از .... ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

سنہ اشاعت ۱۴۴۶ھ/ ۲۰۲۴ء

طباعت .... ایک ہزار

حروف سازی .... وامق انصاری، کراچی
2393848-0300

ناشر .... المختار پبلی کیشنز، کراچی

ہدیہ ....

ملنے کا پتہ

المختار پبلی کیشنز: ۲۳۔جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، کراچی

فون: 021-32725150، واٹس ایپ: 9205511-0303 92+

E.mail : imamahmadraza@gmail.com

پیش لفظ

پیش نظر رسالہ دراصل ماہرِ رضویات، مسعودِ ملت، سیدی، مرشدی، اُستاذی، حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نوراللہ مرقدہ کی روشن زندگی کی حسین یادوں کے دریچوں پر مشتمل کتاب ''یادوں کے دریچے'' کے لیے لکھے گئے مضمون کا حصہ ہے جو "مختصر تعارفِ مصنف" کے عنوان سے لکھا تھا، یہ حضرت مسعود ملت کی غالباً آخری کتاب ہے، جسے آپ نے اپنے ایامِ علالت میں برادرم صوفی محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی کو املا کروا کر تصنیف فرمایا تھا...... "مختصر تعارفِ مصنف" کا مسودہ گھر میں رکھا دیکھ کر فقیر کی اہلیہ نے پڑھا تو مشورہ دیا کہ یہ تو مختصر سا بہت اچھا تعارفی مضمون ہے جو کتاب میں دب کر رہ جائے گا اگر آپ اسے الگ سے رسالے کی صورت میں بھی شائع کرادیں تو ہر خاص و عام مستفیض ہو سکے گا...... مشورہ اخلاص بھرا تھا، فوراً قبول کر لیا گیا...... اب اس مضمون میں کچھ اضافات و ترمیم کے "مجمع الصفات شخصیت" کے نام سے رسالہ آپ کی نظروں کے سامنے ہے...... مولیٰ تعالیٰ اہلیہ کو جزائے خیر اور صحت و تندرستی عطا فرمائے، اچھے علمی مشورے دیتی رہتی ہیں۔

از

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

(یک از خلفاء مسعود ملت)

یکم ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ

۵/ اکتوبر ۲۰۲۴ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ بِعَدَدِ کُلِّ الصِّفٰتُ

مجمع الصفات شخصیت

سیدی، مرشدی، اُستاذی، حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نوراللہ مرقدہ ایک ایسی عدیم النظیر گراں قدر شخصیت کا نام ہے جو" مجمع الصفات" تھی، وہ جہاں پروفیسر تھے وہی باوقار عالم و فاضل بھی تھے...... اگر ایک طرف علوم اسلامیہ اور اردو ادب میں ید طولیٰ رکھتے تھے تو دوسری طرف علوم جدیدہ میں طرۂ امتیاز کے بھی حامل تھے...... تحقیق و تجیث کے میدان میں منفرد و باکمال تھے تو کردار و عمل میں بھی اسلاف کرام کے نمونہ باکمال تھے...... انکی شخصیت ایک ایسی واضح اور کھلی ہوئی کتابِ لغت تھی جس سے علم و ادب کے راز ہائے بستہ حل ہوتے چلے جاتے تھے...... آپ سے ملاقات پر مسائل کی موشگافیاں ہوتیں...... ملنے والوں پر رموز و نکات اس طرح کھلتے جیسے عقل خود انہیں ناخن تدبیر سے سلجھا رہی ہو...... ان سے ہم کلامی پر علم و عمل اور حکمت و دانائی کا درس ملتا...... پھر سونے پہ سہاگہ یہ کہ جب وہ قلم اُٹھاتے تو علم و ادب کے دامن پر الفاظ و معانی کی ایسی ایسی گل کاریاں ہوتیں جو آنکھوں کے لیے وجہء بصارت، دماغوں کے لیے افزائشِ علم، ذہنوں کے لیے ذریعہء بصیرت اور

راہِ حق پر چلنے کے لیے مینارۂ نور کا کام دیتیں۔

حضرت مسعودِ ملت ہندوستان کے دارالخلافہ دہلی کے ایک عظیم دینی وعلمی خاندان کے چشم و چراغ تھے......آپ کی پیدائش دہلی کے مشہور و معروف بزرگ عالم دین حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ (شاہی امام جامع مسجد فتح پوری' دہلی، م۔۱۹۶۶ء) کے گھر ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء میں ہوئی...... والدِ ماجد نے اپنے جدِ امجد کے نام پر آپ کا نام ''محمد مسعود احمد'' رکھا......آپ حضرت مفتی محمد سعید دہلوی کے پوتے اور فقیہ الہند حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی (م۔ ۱۸۹۲ء) کے پڑپوتے تھے...... والدِ ماجد کی طرف سے صدیقی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سیّد، مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے ساتھ ہی دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ سے بھی نسبتیں حاصل تھی، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

ددھیالی خاندان کے علاوہ ننھیالی خاندان بھی باعزت، باکمال اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا......حضرت مسعودِ ملت کے نانا شیرِ اسلام میر سیّد واحد علی شاہ اور پرنانا میر سیّد نیاز علی شاہ اپنے عہد کے مبلغِ اسلام تھے جو فقہ میں عبور رکھتے تھے......آپ کے نانا کا مزار مبارک بنگلہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے سرہانے دہلی میں واقع ہے اور پرنانا کا مزار مبارک بالمقابل بنگلہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، قصبہ مہرولی' دہلی میں واقع ہے......حضرت مسعودِ ملت کی ولادت سے قبل آپ کے نانا جان نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ:

''ان کی بیٹی کے ہاں ایک فرزند تولد ہوگا جو عالمِ اسلام میں نام پیدا کرے گا''۔

وہ بیٹی حضرت مسعودِ ملت کی والدہ ماجدہ تھیں......آپ کے والدِ ماجد حضرت مفتی اعظم

نے بھی آپ کے لیے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا تھا کہ:

''اُمید ہے کہ اپنے بھائیوں سے سبقت لے جاؤ گے اور اپنے اجداد کا نمونہ ثابت ہو گے''۔

پھر ایک اور مکتوب میں یوں دعا تحریر فرمائی تھی کہ:

''مولیٰ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے''۔

ماشاءاللہ والد ماجد کے قلم سے نکلی دعا ہر پل آپ کے ساتھ رہی، جو زندگی میں ہر آن شامل حال نظر آئی۔

آپ کے جدّ اعلیٰ، فقیہ الہند شاہ محمد مسعود محدثِ دہلوی (م۔ ۱۸۹۲ء) نے اُنیسویں صدی عیسوی میں بلا کسی تفریق چالیس سال تک اپنے علم و فضل سے دہلی کی سرزمین کو منور رکھا ''فتاویٰ مسعودی'' ان کی علمی یادگار ہے...... حضرت مسعودِ ملت کے والدِ ماجد بھی ایک شیخ طریقت اور صاحبِ تصنیف بزرگ تھے، ان کی علمی یادگاروں میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے فارسی ترجمۂ قرآن کا اردو ترجمہ و تفسیر ''تفسیر مظہر القرآن''، ''مکاتیب مظہری'' اور ''فتاوٰی مظہریہ'' معروف ہیں۔ وہ اپنے عہد کے اُن صاحبانِ بصیرت میں تھے جن کے پاس مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے ممتاز خلفاء اور بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح بھی آتے تھے...... ایسے عظیم باپ نے حضرت مسعودِ ملت کو قرآنِ مجید خود پڑھایا اور ابتدائی تعلیم اردو، عربی، فارسی سے بھی آراستہ کیا۔

حضرت مسعودِ ملت نے ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۵ء تک مدرسہ عالیہ عربیہ، مسجد فتحپوری، دہلی میں علوم و فنون عربیہ و فارسیہ کی تعلیم حاصل کی پھر ۱۹۴۵ء سے

۱۹۴۷ء تک اورینٹل کالج، دہلی سے فارسی میں آنرز کیا۔ ۱۹۴۸ء میں مشرقی پنجاب یونیورسٹی (سولن) سے فاضل اردو پھر ہجرتِ پاکستان کے بعد ۱۹۵۶ء میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے بی۔اے، ۱۹۵۸ء میں سندھ یونیورسٹی جامشورو (سندھ) سے ایم۔اے (گولڈ میڈلسٹ) اور ۱۹۷۱ء میں ''قرآنِ پاک کے اردو تراجم و تفاسیر ایک تاریخی جائزہ'' کے عنوان سے اسی یونیورسٹی سے پی ایچ۔ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی...... پاکستان کے ممتاز ماہر تعلیم پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان جو مقالہء ڈاکٹریٹ کی تیاری میں آپ کے استاد و رہنما تھے، آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''میری پوری مدت ملازمت میں وہ میرے سب سے بہتر شاگرد رہے ہیں، مَیں ان پر بجا طور پر فخر کرسکتا ہوں، ان جیسے باوقار، باکردار اور باصلاحیت طلباء موجودہ حالات میں خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ ۸رفروری ۱۹۷۱ء کو انہیں پی ایچ۔ڈی کی ڈگری کا مستحق قرار دیا گیا، اس وقت تک ان کے متعدد بلند پایہ تحقیقی مقالات شائع ہوچکے تھے۔ وہ ان محققین میں سے ہیں جن پر فضلاء اعتماد کرسکتے ہیں اور جن پر کسی یونیورسٹی کو فخر ہوسکتا ہے، میری دعا ہے کہ وہ زندگی میں کامیاب و بامراد رہیں''۔

حضرت مسعودِ ملت نے ۱۹۵۸ء میں گورنمنٹ کالج، میرپورخاص (سندھ) سے بحیثیت لیکچرار ملازمت کا آغاز کیا اور پھر تھوڑے ہی عرصے میں آپ اپنی صلاحیتوں کے سبب پرنسپل کے عہدے پر پہنچے، پھر سندھ اور بلوچستان کے مختلف کالجز میں پرنسپل، نظامتِ تعلیم، کراچی، اردو نصابی کمیٹی، ریویو، سندھ یونیورسٹی،

حیدرآباد کے بورڈ آف اسٹڈیز کے رکن، بورڈ آف سیکنڈری ایجوکشن' حیدرآباد، کوئٹہ اور مغربی پاکستان کی طرف سے بی۔اے، ایم۔اے اور درجہء اوّل افسران کے ممتحن مقرر ہوئے، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور میرس (سندھ)، کراچی یونیورسٹی کے ڈائریکٹر ریسرچ رہ کر ۱۹۹۲ء میں ایڈیشنل سکریٹری' وزارتِ تعلیم، حکومتِ سندھ کے منصب پر پہنچ کر ریٹائر ہوئے۔

علمی خدمات پر پانچ گولڈ میڈل، سلور میڈل، "صدارتی تمغہ اعزاز فضیلت" ۱۹۹۲ء (گولڈ میڈل، حکومتِ پاکستان) سے بھی نوازے گئے۔

پاک و ہند کے علماء اور مشائخِ عرب سے آپ کے مخلصانہ مراسم تھے، جو آپ کی گرانقدر تجدیدی خدمات کے آج بھی معترف ہیں...... ماشاءاللہ ۱۹۹۱ء میں سعادتِ حج پائی، پھر بار بار بلا کر دربارِ اقدس سے نوازے جاتے رہے۔

آپ کو اپنے والدِ ماجد سے بیعت و خلافت کے ساتھ حضرت مفتی محمود الوری علیہ الرحمہ سے بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں شرف خلافت تھا...... ۱۹۹۴ء میں حرمین شریفین کے مشہور شیخ طریقت سید محمد علوی مالکی مکّی علیہ الرحمہ نے بھی مدینہ طیّبہ میں ملاقات پر خرقہء عبا عطا فرمایا تھا......اس کے علاوہ دیگر مشائخ سے بھی سلاسلِ طریقت قادریہ، رضویہ، چشتیہ، اویسیہ، نقشبندیہ، مجددیہ میں اجازات کا شرف حاصل تھا مگر تا حیات سلسلہء عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ذریعے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جام پلا پلا کر دنیا کو سیراب کرتے رہے......ارادت مندوں کا حلقہ پاکستان کے علاوہ بھارت، مسقط، افغانستان، سعودی عرب، عمان، دبئ، ابوظہبی، مصر، امریکہ، برطانیہ، اور کینیڈا وغیرہ تک پھیلا ہوا ہے، فرزند و جانشین صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد حفظ اللہ تعالیٰ

کے علاوہ راقم الحروف اور پچاس سے زائد خلفاء کرام میں اکثر علماء ومشائخ اور نامور صاحبانِ تصنیف وتالیف ہیں۔

حضرت مسعودِ ملت نے تحقیقی مقالات لکھنے کی ابتداء ۱۹۵۸ء میں کی، یہ مقالے برصغیر پاک وہند کے اُس وقت کے بہترین تحقیقی رسالوں اور جرنلز میں شائع ہوئے...... ۱۹۶۶ء تک آپ نے برصغیر کے تحقیقی حلقوں میں اپنا امتیازی مقام بنالیا اور رفتہ رفتہ آپ کو دینی وعلمی اور تحقیقی حلقوں میں سب سے زیادہ پڑھا جانے لگا...... اسی زمانے میں آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ پر علمی تحقیق کا آغاز کیا، وہ امام احمد رضا جن کو مشرقی مفکرین نے فراموش کردیا تھا، جی ہاں! یہ حقیقتِ مسلمہ ہے کہ سازش کے تحت امام احمد رضا کی شخصیت اور کارناموں پر شکوک وشبہات کی چادر چڑھادی گئی تھی، یہ حضرت مسعودِ ملت ہی کی مساعی جلیلہ تھی کہ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی شخصیت اور دینی وعلمی کارناموں کو کمالِ حکمت، تدبر وتحقق سے دوبارہ حیاتِ دوام بخش دی، آپ نے ۱۹۹۲ء تک ان کی شخصیت پر تیس کتب، ایک سوبیس مضامین، پچاس مقدمے اور لاتعداد تعارفی مضامین تحریر فرمائے......حضرت مسعودِ ملت کی ان فکر انگیز کتب اور تحقیقی مقالات نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی شخصیت کو عالمی سطح پر احسن انداز میں خوب روشناس کرایا...... یہ مسعودِ ملت کا ہی مدبر قلم تھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی دنیا کی نگاہوں میں وہ قدر وقامت عیاں کی کہ ہندوستان کے ایک مخالف عالم یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ:

”وہ مولانا احمد رضا جس کو ہم نے گزشتہ پچاس سال میں مَن و دَھن شکوک وشبہات کی مٹی کے نیچے دفن کردیا تھا، یہ کوئی

پاکستان میں پروفیسر مسعود احمد ہے جس نے احمد رضا کی شخصیت
کو دوبارہ دنیا کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔شاید اب احمد رضا خان
کو دوبارہ دفن کرنے میں ہمیں پھر مزید پچاس برس لگیں گے''۔

ماشاء اللہ یہ حضرت مسعودِ ملت ہی کی کاوشیں ہیں کہ اب پچاس برس تو کُجا، کئی صدیاں بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی شخصیت کو وجود سے عدم میں منتقل نہ کر پائیں گی، جو کام حضرت مسعودِ ملت نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر کیا وہ اتنا وسیع ہے کہ اس پر الگ سے ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا جاسکتا ہے۔آپ کو اسی وجہ سے تمام عالَم اسلام میں ''ماہرِ رضویات'' کے لقب سے جانا پہچانا ہے۔

حضرت مسعودِ ملت کا تصنیفی کام عالم اسلام کے لیے عظیم سرمایہ ہے، علمی و تحقیقی مقالات کی تعداد سات سو سے متجاوز ہے جو کہ ملک و بیرونِ ملک کے علمی وادبی جرائد کے علاوہ پاکستان ، بھارت، ایران اور اردن کے انسائیکلو پیڈیاز کی زینت بنے......اسلام کے بنیادی عقائد، فروغِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ، اور معاشرتی مسائل پر ایک بین الاقوامی کتابی سیریز شروع کر کے تجدید و احیاء دین کی سعادت پائی، یہ سلسلہ اتنا مقبول ہوا کہ دنیا نے ہزاروں کی تعداد میں ازخود شائع کر کے اپنے اپنے ملکوں اور علاقوں میں تقسیم کیا......آپ کے اندازِ تحریر سے قاری ہی فیضیاب نہ ہوتا تھا بلکہ آپ نے اردو نثر کو مذہبی نکتہ سنجیوں سے ہمکنار کر کے قلم کاروں کو نیا اندازِ نگارش دیا۔

امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے چار سو سال بعد ان پر جدید انداز میں علمی و تحقیقی کتب کی تصنیف و اشاعت کا سہرا بھی آپ کے سر سجا......

پندرہ جلدی عظیم انسائیکلوپیڈیا ''جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی'' اس کی روشن مثال ہے۔

تصانیف کے انگریزی، عربی، ہند، سندھی، فارسی اور کئی زبانوں میں تراجم شائع ہوئے اور ہورہے ہیں......عہد حاضر کا علمی کلیہ ہے کہ پچاس کتب کے مصنف کو عالمی سطح پر بڑا مصنف تسلیم کیا جاتا ہے، ماشاء اللہ آپ کی تصنیفات و تالیفات ۱۵۰ سے زائد ہیں جو کہ ویب سائٹ www.almazhar.com اور دیگر کئی ویب سائٹ پر بآسانی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں......حضرت مسعودِ ملت دنیا کی ان چند ممتاز شخصیات میں ہیں جن پر ان کی زندگی ہی میں نہ صرف مقالات و کتابیں لکھی گئیں بلکہ پی ایچ۔ڈی کے تھیسس لکھ کر اعلیٰ اسناد حاصل کی گئیں......علمی و تجدیدی دینی کارناموں اور شریعت وسنّت کے سانچے میں ڈھلے ذاتی اوصاف کی بنا پر ہزاروں علماء کے استاذ شیخ الحدیث، سیدی' استاذی' علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اور مفتی اعظم دہلی ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد دہلوی (شاہی امام و خطیب مسجد فتح پوری، دہلی) جیسی صاحبِ بصیرت شخصیات نے ''مجددِ عصر'' کہا، جسے عالمی شہرت یافتہ نعت گو شاعر خالد محمود خالد نقشبندی نے یوں منظوم کیا ؎

مجدد کا گماں کرتے ہیں تم پر
تمہارے قدر داں مسعودِ ملت

ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے، صدیوں میں کسی قوم کو یہ خوش نصیبی ملا کرتی ہے، عمومی طور پر اہل سنت و جماعت اور خصوصی طور پر حضرت مسعودِ ملت سے وابستہ حضرات اس پر جتنا فخر کریں کم ہے......آپ فقیر پر بھی بڑا کرم فرمایا کرتے،

خلوت وجلوت کی صحبت عطا فرماتے، راز و نیاز کی باتیں کرتے، دینی وعلمی کاموں کے حوالے سے مشاورت فرماتے، خود بھی لکھتے اور ہماری شکستہ تحریروں کی بھی حوصلہ افزائی فرما کر حوصلہ بڑھاتے۔

آپ ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی' کی مزید جلدیں مدون وشائع کرنا چاہتے تھے......آپ فارسی ''مکتوبات مجدد الف ثانی'' کو جدید کمپیوٹرائزٹکنالوجی سے مزین و مدون کروا کر شائع کرانا چاہتے تھے......آپ ''مکتوبات مجدد الف ثانی'' کا ایک نہایت آسان سلیس اردو ترجمہ بھی شائع کرانے کے متمنی تھے.........سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبت بھرے موضوع پر آپ نے کئی کتب ورسائل لکھے جنہوں نے نہ صرف عالمی پذیرائی حاصل کی بلکہ بے شمار لوگوں کو راہ راست پر لگایا......آپ کی تحریر، اللہ اکبر! جو ایک بار پڑھنا شروع کرتا، ممکن نہیں کہ پوری پڑھے بغیر کتاب رکھ دے......حرف، الفاظ، جملے، پیرے، اللہ اللہ......ذرا ایک تحریر تو ملاحظہ تو کیجیے:

"حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انسان کو زمین سے اُٹھایا اور ہم دوشِ ثریا کر دیا......ساری انسانیت کو آغوشِ کرم میں لیا، جس کی قسمت میں سعادت تھی وہ سعید ہوا؛ اور جس کی قسمت میں شقاوت تھی وہ شقی ہوا......دُنیا کی ہر آسمانی کتاب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل ہے......سب نے آپ کا ذکر کیا ہے......آپ نے کائنات میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا......آرزوؤں کا ڈھنگ بتایا......تمناؤں کا سلیقہ سکھایا...... اُمنگوں کو ایک نیا رنگ و روپ دیا......فرش پر جمی ہوئی نگاہوں کو

عرش پر لگا دیا......مُرجھائے ہوئے چہروں کو تابناک بنا دیا......
مُردہ جسموں میں جان ڈال دی...... بے کیف روحوں کو کیف و
سرور بخشا......مظلوموں اور بے کسوں کو سہارا دیا......زندہ در گور
ہونے والی عورت کو مسندِ عزت پر بٹھایا......قاتلوں کو جان و تن کا
محافظ بنایا......ظالموں کو مظلوموں کا پاسدار بنایا......غلاموں کو
آزادی کا مُژدہ سنایا اور ایسا سرفراز کیا کہ آزادوں کا آقا بنا
دیا...... رہزنوں کو قائد و رہبر بنایا...... اللہ اللہ! وہ اتنا عظیم
انقلاب لایا کہ جس معاشرے میں اُٹھا اس کو یکسر بدل کر رکھ
دیا...... وہ باہر سے انقلاب نہیں لایا، وہ باہر سے کوئی لشکر نہیں
لایا...... اندر ہی اندر اس نے کچھ ایسا کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے
مُردے زندہ ہونے لگے......وہ ستانے کے لیے نہیں آیا تھا وہ تو
سارے عالم کو آرام پہنچانے آیا تھا......کوئی ایسا شفیق و مہربان
لاکر تو دکھائے......اس نے تکلیفیں سہہ کر اور مصیبتیں برداشت
کر کے سب کو آرام پہنچایا......دُنیا میں کوئی ایسا رحیم و کریم تو
دکھائے......اس کے رحم و کرم کو دیکھ کر سینوں سے دل نکل پڑے
اور جسموں سے جانیں نکل پڑیں......آج مظلوموں اور غریبوں
کا کوئی دادرس نہیں......نفس کے بندے اپنے اپنے بندھنوں
میں بندھے ہوئے ہیں...... وہ دلداری اور دل سوزی کہاں!
......وہ ہمدردی و غمخواری کہاں!

اللہ اللہ! آج دادرسی اور عدل گستری مصلحتوں کا شکار ہوگئی......
جس دورِ جاہلیت سے نکل کر ہم آئے تھے، پھر وہیں آ گئے......
رنگ برنگے انسانوں میں یک رنگی قائم رکھنا ہنسی کھیل نہیں......
یہ صرف اور صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی سینہ تھا
جس میں سب کی سمائی تھی......ایسا وسیع سینہ کسی کا نہ دیکھا...... یہ
وسعت و پہنائی کسی کو میسر نہیں......محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کا رنگ لوگوں نے نہ دیکھا، اگر آج وہ رنگ دکھا دیا جائے تو
سارا عالم دوڑ پڑے......اس عظمت والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی
کے لیے ساری گردنیں جھک جائیں......ساری زبانیں اس کے
گُن گانے لگیں...... ہاں! سب نام لیتے ہیں مگر اپنے اپنے پیٹ
پالتے ہیں، اس کا جلوہ نہیں دکھاتے کہ ایک صف میں کھڑا ہونا
کسی کو اچھا نہیں لگتا...... دوسروں کے لیے گھر کو لُٹانا اچھا نہیں
لگتا......دوسروں کی زیادتیوں پر غصے کو پینا اچھا نہیں لگتا...... یہ
کیا ہے کہ ہم اس عظمت والے آقا کا نام لیتے ہیں مگر ہماری
زندگی، ہماری صورتیں...... ہمارا اُٹھنا بیٹھنا......ہمارا سونا جاگنا
...... ہمارا کھانا پینا......ہمارا لینا دینا...... ہمارے رسم و رواج......
ہماری چال ڈھال......سب کچھ اس عظیم آقا کے دُشمنوں کی سی
ہیں......اللہ اللہ عجائباتِ عالم میں یہ ایک بڑا عجوبہ ہے......ہم
کب تک غافل رہیں گے؟...... کب تک سوتے رہیں گے؟
...... جاگنے کا وقت آ گیا ہے......سارا عالم جاگ رہا ہے......ہم

سورہے ہیں......ہم ایک دوسرے کا خون پی رہے ہیں......ہم ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں...... یہ کیا ہے کہ عالم اسلام انتشار کا شکار ہے......سازشوں کا شکار ہے......فساد و خلفشار کا شکار ہے...... ہر اک نے اس کے خرمن کو تا کا ہے...... ہر ایک نے اس کی دولت کو لُوٹا ہے...... ہماری عقلیں کہاں گئیں؟...... ہمارے ہوش کدھر گئے؟...... ہمارے حواس کیا ہوئے؟......کیا ہم اپنی عقل سے نہیں سوچ سکتے؟......صد حیف! کہ کام لینے والے کام نہیں لیتے کہ وہ خود سے بے خبر ہیں...... ان کو نہیں معلوم کہ غربت و مسکینی کے باوجود وہ امیروں کے امیر ہیں...... انھوں نے سب کو دیا ہے اور سب کو دے سکتے ہیں...... ہمارے ہاتھ میں دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

آیے! خود کو جھنجھوڑیے، خود کو جگایے...... احساس کی لو تیز کیجیے......غیرت کی شمع جلایے......نہیں نہیں یہ سونے کا وقت نہیں، بہت سو چکے، صدیاں بیت گئیں......اب جاگنا ہے اور دوسروں کو جگانا ہے......اللہ اللہ! جس کو اللہ نے سماوات، حیوانات، جمادات، نباتات اور عناصر اربعہ (پانی، ہوا، آگ، مٹی) پر اختیار دیا اور اُن کو خادم بنایا......اور تو اور اپنا خلیفہ اور نائب بنایا......اس کا یہ حال کہ اپنے مقام سے بے خبر ایک ایک کے پیچھے دوڑ رہا ہے......غفلت کے دَلدل میں ایسا پھنسا ہے کہ نکلنے کا نام نہیں لیتا ...... اور جن کو اوپر چڑھنے کا دعویٰ ہے،

بلندیاں ان کے لیے پستیاں بن گئیں...... جتنے اوپر جاتے ہیں، اتنے ہی نیچے چلے جا رہے ہیں...... عجائباتِ عالم میں دورِ جدید کا یہ ایک عجوبہ ہے!

میرے بزرگو! میرے جوانو!

اس جانِ ایمان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے نقشِ قدم پر چلیے...... آفتاب و ماہ تاب کی روشنی میں بڑھتے چلیے...... آئینۂ مصطفیٰ کو سامنے رکھیے اور خود کو سنوارتے جایے...... سب آئینے توڑ دیجیے...... یہی ایک آئینہ رکھیے...... یہی آئینہ، آئینہ ساز نے ہمارے سامنے رکھا ہے...... بن سنور کے دُنیا کے سامنے آیے، اور انقلاب برپا کیجیے...... آپ تو انقلابوں کے امین ہیں...... انقلاب باہر سے نہیں، اندر سے آتا ہے...... دل سے اُٹھتا ہے، روح سے پھوٹتا ہے اور پھر رَگ رَگ میں سما جاتا ہے...... کچھ پاس نہیں، نہ سہی...... ایمان ایک عظیم قوت ہے، عشق ایک عظیم دولت ہے...... اسی سے اَفراد زندہ ہوتے ہیں...... اسی سے قومیں زندہ ہوتی ہیں...... ہاں! زندگی پکار رہی ہے...... ذرا کان تو لگایے...... سنیے تو سہی، کیا کہہ رہی ہے ؎

کس کا منھ تکیے، کہاں جایے، کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا
(رضاؔ)"

الغرض!

آپ نے جو کچھ لکھا وہ کم نہ تھا مگر پھر بھی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک جامع کتاب لکھنا آپ کی دلی آرزو تھی......اس کا خاکہ تیار کر کے کافی مواد بھی جمع فرمالیا تھا مگر اچانک وہ وقت آن پہنچا جس کا خود آپ کو ان سب کوموں سے زیادہ شدت سے انتظار تھا' یعنی اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا دن......اور یوں آپ ۲۲/ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ/۲۸/اپریل ۲۰۰۸ء کی شب اپنے محبوبِ حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)......سب دیکھتے رہ گئے......وہ چلے گئے...... آج نگاہیں متلاشی ہیں مگر ان سی کوئی "مجمع الصفات شخصیت" نظر نہیں آتی:ـ

ہو سکے تو دیکھ اخترؔ باغِ جنت میں اُسے
وہ گیا تاروں سے آگے آشیانہ چھوڑ کر

از
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
کراچی